پاکستانی نظامِ تعلیم میں ثنویت بطور فروغِ سیکولرزم: اسلامی تناظر میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Dualism in Pakistan's Education System as a Promoter of Secularism: An Analytical Study from an Islamic Perspective

Abdur Rehman
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Islamabad
Email: abdur.rehman@riphah.edu.pk
Dr Muhammad Kashif Sheikh
Associate Professor, Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Islamabad

Abstract
This study explores how structural and epistemological dualism within Pakistan's education system operates as a subtle yet powerful mechanism for the promotion of secularism. It contends that the persistent separation between religious education and modern academic disciplines has shaped divergent worldviews, social classes, and moral orientations among students. By tracing the historical roots of this duality to colonial educational policies—particularly Macaulay's Minute on Education—the article demonstrates how postcolonial educational frameworks continued to privilege secular knowledge systems while marginalizing Islamic intellectual traditions. Using contemporary theories of secularism advanced by Talal Asad and Charles Taylor, the paper analyzes how modern universities frame religion as a private, cultural, or non-rational phenomenon rather than a comprehensive worldview. In contrast, drawing upon the Islamic philosophy of education articulated by Syed Muhammad Naquib al-Attas, the study emphasizes the Qur'anic and Prophetic vision of knowledge as an integrated and morally guided enterprise. The research concludes that educational dualism has contributed to identity fragmentation, social inequality, and the gradual exclusion of Islamic values from public life. It recommends comprehensive Islamic educational reforms aimed at integrating religious and contemporary knowledge, fostering ethical consciousness, and restoring intellectual harmony within Pakistan's education system

Keywords: Educational Dualism; Secularization of Education; Colonial Legacy; Islamic Epistemology; Identity Crisis; Pakistan; Integrated Education System

تمہید

پاکستانی تعلیمی ڈھانچے کا تاریخی اور فکری پس منظر

پاکستان کا تدریسی بندوبست اپنی بود و باش کے بعد سے ہی فکری اور نظریاتی کھینچا تانی کا شکار رہا ہے۔ یہ ڈھانچہ ایک جانب اسلامی نظریہ حیات اور مذہبی قدروں کی ترجمانی کا مدعی رہا ہے،

دوسری جانب نو آبادیاتی دور کی میراث میں ملنے والا مغربی، غیر مذہبی اور تازہ تعلیمی خاکہ اس کی بناوٹ میں گہرائی تک رچا ہوا ہے۔ برصغیر میں انگریزی استعمار کے زمانے میں داخل کیا گیا جدید تدریسی نظام اساساً مذہب کو نجی میدان تک محدود رکھنے اور علم کو غیر مذہبی بنیادوں پر قائم کرنے کے خیال پر مبنی تھا۔ پاکستان کے قیام کے بعد اگرچہ آئینی اور نظریاتی سطح پر اسلامی قدروں کو مرکزی مقام دیا گیا، لیکن تعلیمی حکمت عملی اور نصابی مواد کی سطح پر یہ کھنچاؤ برابر برقرار رہا۔

دوئی کا تعارف

پاکستان میں رائج تعلیمی نظم کو عام طور پر ایک دوہری ساخت والا بندوبست شمار کیا جاتا ہے، جس میں ایک طرف مذہبی مدرسوں کا نظام ہے جو اسلامی معلومات، فقہی قواعد، تفسیر اور احادیث پر مشتمل ہے، جبکہ دوسری جانب مروجہ تعلیمی مقامات ہیں جو تازہ سائنس، معاشرتی علوم اور فنون کو غیر مذہبی سانچے میں سکھاتے ہیں۔ یہ جدائی فقط نصابی نہیں بلکہ فکری، ثقافتی اور قدروں کے میدان میں بھی واضح ہے۔

یہ دوئی ایک ایسی ذہنی ترتیب کو جنم دیتی ہے جس میں دین اور جدید علم کو ایک دوسرے کا مخالف سمجھا جاتا ہے۔ نتیجے کے طور پر یونیورسٹی کی سطح پر تعلیم پانے والا طالب علم مذہب کو ذاتی یقین تک مقید کر لیتا ہے، جبکہ علمی و پیشہ ورانہ زندگی میں غیر مذہبی اصولوں کو اپناتا ہے۔ اس عمل کو غیر مذہبیت کے پھیلاؤ کی ایک پوشیدہ مگر زبردست شکل قرار دیا جاسکتا ہے۔

غیر مذہبیت کا مفہوم اور اس کی جدید تدریسی وضاحت

غیر مذہبیت محض دین اور ریاست کے الگ ہونے کا نظریہ نہیں، بلکہ یہ ایک جامع فکری نظام ہے جو علم، اخلاقیات، سیاست اور سماجی زیست کو مذہبی اثر سے مبرا کرنے کی حمایت کرتا ہے۔

نامور دانشور طلال اسد کے خیال میں غیر مذہبیت کوئی طبعی یا ازلی تصور نہیں، بلکہ یہ ایک تاریخی اور معاشرتی ساخت ہے جو جدید ریاست، قانون اور تدریسی نظام سے گہرائی سے جڑی ہوئی ہے۔ ان کے مطابق غیر مذہبی فکر نے نئے زمانے میں مذہب کی ماہیت، اس کے اثر کے دائرے اور اس کی سماجی حیثیت کو از سرِ نو متعین کیا ہے

طلال اسد اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جدید تعلیمی ادارے سیکولر اقدار کی ترسیل کا سب سے مؤثر ذریعہ ہیں۔ ان اداروں میں عموماً مذہب کو غیر سائنسی، غیر عقلی یا محض ذاتی معاملہ سمجھا جاتا ہے، اور اسے علم کے بنیادی منبع یا زندگی کے جامع نظام کے طور پر قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کے نتیجے میں مذہب کو زیادہ تر ایک سماجی .1) (Asad, Feb 2003 مظہر کے طور پر پڑھایا جاتا ہے، نہ کہ ایک ایسی رہنمائی کے طور پر جو انسان کی فکری، اخلاقی اور عملی زندگی کو منظم کرتی ہو۔

اسی ضمن میں پاکستانی درسگاہوں کے اندر معاشرتی علوم، فلسفہ، سیاست دانہ اور تدریس کے متعلقہ مضامین میں لادینی بنیادیں اکثر پوشیدہ ڈھنگ سے شامل ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ دین پر تبادلہ خیال موجود ہوتا ہے، لیکن اسے دانش کا اساس یا زندگانیِ انسانی کے مکمل ڈھانچے کے بطور قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ یہی اندازِ سوچ حقیقت میں لادینی تدریسی تشریح کی بنیادی علامت ہے، جو بتدریج طالب علموں کی فکری ساخت پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔

مسئلۂ سوال اور تحریر کی قدر

پیش نظر تحریر اس اصلی استفسار کا تجزیاتی جائزہ پیش کرتی ہے کہ پاکستانی تدریسی نظام میں موجود دوئی کس طرح سیکولر ازم کی ترقی کا وسیلہ بن رہی ہے؟ اور یہ کہ اس کے فکری، اخلاقی اور معاشرتی نتائج کیا ہیں۔ اس موضوع کی افادیت اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی اسلامی سلطنت ہونے کے باوجود تدریسی سطح پر ایسے میلان کا مقابلہ کر رہا ہے جو اس کی مذہبی پہچان کو دھیرے دھیرے ضعیف کر رہے ہیں۔

یہ تحریر صرف پاکستانی تعلیمی قواعد بنانے والوں، استاذوں اور جائزہ کاروں کیلئے فکری رہنمائی مہیا کرتی ہے بلکہ اسلامی تناظر سے ایک متبادل تعلیمی سوچ کی اجت کو بھی نمایاں کرتی ہے، جو جدید جانکاری اور اسلامی قدروں کے مابین دوئی کی بجائے ہم آہنگی کی صورت پیدا کر سکے۔

ثنویت کا مفہوم وارتقاء2

ثنویت ایک فلسفیانہ نظریہ ہے جس کے مطابق حقیقت یا وجود دو الگ اور بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوتا ہے، جیسے روح و جسم یا خیر و شر۔ قدیم ایرانی مذہب زرتشت میں نور و ظلمت، اور یونانی فلسفہ میں افلاطون و ڈیکارٹ نے ذہن و جسم کو دو علیحدہ اصول قرار دیا۔ پاکستان میں بھی فلسفیانہ جریدے جیسے الحکمت میں کارٹیزین ثنویت (Aslam, 2024) اور ذہن و جسم کے تعلق پر تحقیق موجود ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ثنویت کا مطالعہ پاکستانی علمی حلقوں میں جاری ہے۔

ثنویتِ تعلیمی نظام کی تعریف 2.1

ثنویتِ تعلیمی نظام سے مراد وہ صورتِ حال ہے جس میں ایک ہی معاشرے کے اندر دو متوازی مگر باہم غیر مربوط تعلیمی نظام موجود ہوں۔ ایک طرف مذہبی/روایتی نظامِ تعلیم ہوتا ہے، جبکہ دوسری جانب جدید/سیکولر تعلیمی نظام رائج ہوتا ہے۔ یہ دوگانگی نصاب، زبانِ تعلیم، تعلیمی مقاصد اور اقدار کے لحاظ سے نمایاں فرق رکھتی (Shahid, july,9,2021) ہے۔

مذہبی تعلیم

یہ نظام عموماً مساجد اور مدارس میں رائج ہوتا ہے، جس کا بنیادی محور دینی علوم (قرآن، حدیث، فقہ)، روحانیت، اخلاقی تربیت اور مذہبی روایات کی حفاظت ہوتا ہے۔

جدید/سیکولر تعلیم:

یہ نظام سرکاری و نجی اسکولوں، کالجوں اور جامعات میں رائج ہے، جہاں جدید سائنسی، منطقی، معاشی اور سماجی علوم کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے، اور مذہب کو ایک علیحدہ یا اختیاری مضمون کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

اس ثنویت کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

نصاب

مذہبی تعلیم میں دینی متون اور اخلاقی اقدار کو فوقیت حاصل ہوتی ہے، جبکہ جدید تعلیم میں سائنس، ریاضی، سماجی علوم، معاشیات اور جدید زبانیں شامل ہوتی ہیں۔

زبانِ تعلیم

جدید تعلیمی اداروں میں انگریزی یا قومی زبان ذریعۂ تعلیم ہوتی ہے، جبکہ مدارس میں عربی اور اردو (یا مقامی زبان) کے ساتھ دینی اصطلاحات کا غلبہ ہوتا ہے۔

مقاصد اور اقدار

مذہبی نظام میں اخلاقی کردار سازی، روحانی بالیدگی اور دینی شناخت کی تشکیل بنیادی مقصد ہے، جبکہ جدید نظام میں تکنیکی مہارت، روزگار، معاشی ترقی اور سائنسی طرزِ فکر کو ترجیح دی جاتی ہے۔

یہ تعلیمی دوگانگی نہ صرف تعلیمی ناانصافی کو جنم دیتی ہے بلکہ سماجی علیحدگی، طبقاتی تقسیم اور ثقافتی تصادم کا سبب بھی بنتی ہے، جس کی جڑیں تاریخی ارتقاء اور پالیسی فیصلوں میں واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

برصغیر میں ثنوی تعلیمی نظام کی تاریخی جڑیں2.2

برطانوی نوآبادیاتی تعلیمی پالیسی2.2.1

برطانوی نوآبادیاتی دور میں برصغیر میں ایسا تعلیمی ڈھانچہ قائم کیا گیا جس نے مذہبی اور جدید تعلیم کے درمیان واضح خلیج پیدا کر دی۔ یہ دوہرا نظام آزادی کے بعد بھی پاکستان میں برقرار رہا۔

میکاولے کا منٹ:) 1835(

لارڈ میکاولے کے منٹ نے انگریزی زبان اور مغربی طرزِ تعلیم کو سرکاری سرپرستی فراہم کی۔ اس پالیسی کا مقصد ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا تھا جو فکری طور پر مغربی ہو مگر نسلی طور پر مقامی۔ اس عمل کے نتیجے میں روایتی مدارس کو سرکاری نظام سے عملاً الگ کر دیا گیا، اور مذہبی و جدید تعلیم کے درمیان فاصلہ بڑھتا چلا گیا۔) دیکھیے : Macaulay, Minute on Indian Education, 1835)

دوہرا تعلیمی ڈھانچہ

نوآبادیاتی منصوبے کے تحت شہری ٹھکانوں میں انگریزی درسگاہوں اور کالجوں کا سلسلہ پھیلایا گیا، مگر مدرسوں کو غیر منظم اور غیر حکومتی میدان تک دھکیل دیا گیا۔ اس وجہ سے دونوں طریقوں کے بیچ مالی، تہذیبی اور خیالی خلیج بن گئی۔

یوں، قدیمی تعلیم کسانوں، ہنرمندوں اور مذہبی حلقوں تک مقید ہو کر رہ گئی، جبکہ عصری تعلیم انتظامی، دفتری اور کاروباری گروہوں کی تیاری کا ذریعہ ٹھہری۔ اس کنویں نے تعلیمی ہی نہیں بلکہ معاشرتی درجے پر بھی ایک اٹل دگنائی کو اگایا

مدارس بمقابلہ جدید اسکول و کالج2.2.2

برصغیر، بالخصوص پاکستان میں، مدارس اور جدید تعلیمی اداروں کے درمیان فرق محض نصابی نہیں بلکہ گہرے سماجی اور ثقافتی اثرات کا حامل ہے۔

مدارس

دینی تعلیم، اخلاقی تربیت، اسلامی فہم اور مذہبی شناخت کی تشکیل۔

جدید اسکول و کالج

جدید علوم، ٹیکنالوجی، سائنسی طرزِ فکر، عالمی منڈی سے مطابقت اور معاشی مہارتوں کی فراہمی۔

یہ تقسیم طلبہ اور اساتذہ کی فکری و نظریاتی سمت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں ایک طبقہ مذہبی و ثقافتی اقدار سے زیادہ وابستہ رہتا ہے، جبکہ دوسرا عصری اور عالمی نظریات کی طرف جھکاؤ اختیار کرتا ہے۔

مطالعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تعلیمی ثنویت پاکستان میں معاشی اور سماجی طبقات کی تقسیم کو مزید گہرا کرتی ہے۔ جدید تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل افراد کو بہتر معاشی مواقع میسر آتے ہیں، جبکہ مدرسہ تعلیم یافتہ افراد اکثر محدود پیشہ ورانہ امکانات تک محدود رہ جاتے ہیں، جو سماجی عدم توازن کو تقویت دیتا ہے۔

.پاکستانی نظامِ تعلیم میں ثنویت کی موجودہ صورتِ حال:3

پاکستانی نظام تعلیم میں ثنویت ایک اہم مسئلہ ہے، جس کا تعلق ملک کے دو الگ الگ تعلیمی نظاموں سے ہے: ایک دینی مدارس کا نظام اور دوسرا سرکاری و نجی جدید تعلیمی ادارے۔ یہ ثنویت نہ صرف نصاب بلکہ طلبہ کی فکری اور مذہبی شناخت پر بھی اثر ڈالتی ہے۔ (Alavi, "The State in Post-Colonial Societies.", 1972)

دینی مدارس کا نظام 3.1

ممالکِ پاکستان میں مذہبی درس گاہاں کی پنچائت مدت دراز سے مستقر ہے، جو اساساً تعلیم و تربیت کے نظام پر قائم و دائم ہے۔ یہ تعلیمی ڈھانچہ مسلمہ علوم، فقہی اصول، ارشاداتِ نبوی، قرآنی وضاحت اور عربی بولی پر مرتکز ہے۔ درس گاہوں کی اصل غرض طلبا کو مذہبی دانش دینا اور ان کی باطنی و اخلاقی تربیت کرنا ہے۔ اس ترتیب میں تازہ علوم کا اجتماع قلیل ہے، جس کے سبب طالب علموں کی دانائی کے دائرے میں سائنسی یا معاشرتی علوم کی شاخ کے ساتھ کم میل جول رہتا ہے۔

سرکاری و نجی جدید تعلیمی ادارے 3.2

دوسری جانب، سرکاری اور نجی جدید تعلیمی ادارے مغربی علوم، سوشل سائنسز، فلسفہ، اور تکنیکی تعلیم پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ یہاں نصاب میں مذہب کا کردار محدود یا غیر مربوط ہے، اور اکثر اوقات صرف ایک عمومی اخلاقی فریم ورک کے طور پر شامل کیا جاتا ہے۔

اس نظام میں طلبہ سائنسی اور تنقیدی سوچ کے حامل بنتے ہیں، مگر ان کی مذہبی شناخت کمزور رہ جاتی ہے۔ اس ثنویت کی وجہ سے، ملک میں ایک ایسا فکری خلا پیدا ہوتا ہے جہاں مذہبی اور جدید تعلیمی نظام کے طلبہ کے درمیان نظریاتی اور عملی اختلافات جنم لیتے ہیں۔

انگریزی و اردو میڈیم کی تقسیم 3.3

پاکستانی نظامِ تعلیم میں زبان کی بنیاد پر بھی ایک واضح تقسیم موجود ہے۔ انگریزی میڈیم اسکول عام طور پر زیادہ وسائل، جدید نصاب اور عالمی معیار کی تعلیم فراہم کرتے ہیں، جبکہ اردو میڈیم اسکول محدود وسائل اور نصاب کے ساتھ چلتے ہیں۔

یہ تقسیم نہ صرف علمی اور تعلیمی میدان میں تفاوت پیدا کرتی ہے بلکہ طبقاتی تقسیم کو بھی فروغ دیتی ہے۔ انگریزی میڈیم کے طلبہ جدید علوم میں زیادہ ماہر ہوتے ہیں، جبکہ اردو میڈیم کے طلبہ محدود مواقع کے حامل رہتے ہیں۔ اس فکری تفاوت کی وجہ سے، ثنویت کے اثرات مزید نمایاں ہوتے ہیں، اور ملک میں ایک دوہرا تعلیمی اور ثقافتی معیار قائم رہتا ہے

.ثنویت اور سیکولرزم کے فروغ کا باہمی تعلق:4

(dualism) سیکولرزم اور ثنویت کے باہمی تعلق کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم تعلیمی اور سماجی ڈھانچے میں علم اور مذہب کے کردار پر غور کریں۔ پاکستان کی جامعات میں سیکولر رجحانات کی نشوونما بنیادی طور پر علم کی تقسیم، مذہب اور ریاست کی علیحدگی، اور جدید تعلیمی نظام میں سیکولر بیانیہ کے فروغ کے ذریعے ہوتی ہے۔

علم کی تقسیم 4.1

پاکستانی تعلیمی نظام میں علم کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: دینی علم اور جدید یا سیکولر علم۔ دینی علم کو اکثر نجی دائرے، یعنی گھر یا مساجد تک محدود رکھا جاتا ہے، جبکہ جدید علم کو قدرِ مطلق کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس تقسیم کے نتیجے میں طلبہ میں ایک تصور پیدا ہوتا ہے کہ دینی تعلیم صرف اخلاقی تربیت اور ذاتی زندگی تک محدود ہے، جبکہ جدید تعلیم سماجی، سیاسی، اور معاشرتی فیصلوں کے لیے بنیادی ہے۔

مذہب اور ریاست کی فکری علیحدگی 4.2

پاکستانی نصاب میں مذہب کی موجودگی عموماً علامتی ہے۔ دینی مضامین شامل تو کیے جاتے ہیں لیکن ان کی تعلیمی حیثیت اور تجزیاتی اہمیت محدود ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، سیکولر اقدار جیسے لبرل ازم، انسانی حقوق، اور مغربی فلسفیانہ نظریات کو نصاب میں باقاعدہ ترویج دی جاتی ہے

اس علیحدگی کے نتیجے میں طلبہ کے ذہنوں میں مذہب اور ریاست کے درمیان فکری دوری پیدا ہوتی ہے۔ ریاستی اداروں اور تعلیمی نصاب کے ذریعے مذہب کو ایک نجی اور غیر سیاسی کردار میں محدود کرنے کا رجحان، کے

مشاہدات سے بھی مطابقت رکھتا ہے کہ جنوبی ایشیا میں اسلام اکثر سماجی اور ثقافتی حدود تک محدود رہتا ہے، جبکہ جدید علوم اور سیاسی فلسفے پر مغربی تصورات غالب ہوتے ہیں

جدید جامعات میں سیکولر بیانیہ 4.3

جدید پاکستانی جامعات میں سماجی علوم کے شعبہ جات میں مغربی فکری نظریات کی بالادستی ایک نمایاں حقیقت ہے۔ عمرانیات، سیاسیات اور فلسفہ جیسے مضامین کا زیادہ تر نصاب مغربی مفکرین کے افکار پر مبنی ہے، جبکہ اسلامی تصورِ حیات اور اسلامی فکری روایت کو عموماً نصابی ڈھانچے میں مرکزی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ اس تعلیمی صورتِ حال کے نتیجے میں طلبہ کے اذہان میں ایک ایسا فکری بیانیہ پروان چڑھتا ہے جو مذہب کو علم، معاشرت اور اجتماعی زندگی میں ثانوی یا غیر متعلق تصور کرنے کا رجحان پیدا کرتا ہے۔

چارلس ٹیلر کے مطابق یہ رجحان اس فکری دور کی پیداوار ہے جس میں مذہب اپنی علمی اور اجتماعی مرکزیت کھو بیٹھا ہے اور اسے زیادہ تر نجی زندگی تک محدود کر دیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک جدید تعلیمی ادارے اس ذہنی تبدیلی کو مضبوط بناتے ہیں، جہاں مذہب کو علم کی بنیاد کے (Taylor, 2007) بجائے ایک سماجی رجحان یا ثقافتی مظہر کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اسی تناظر میں معروف محقق **جمال ملک** اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جنوبی ایشیا میں جدید تعلیمی نظام کی تشکیل نو آبادیاتی دور میں ایسے فکری سانچوں کے تحت کی گئی جو اسلامی علمی روایت سے ہم آہنگ نہیں تھے۔ جمال ملک کے مطابق جدید نصاب میں علم کو مذہبی اقدار سے الگ کر کے پیش کیا گیا، جس کے نتیجے میں اسلامی فکر کو ایک زندہ علمی روایت کے بجائے محض تاریخی یا ثقافتی موضوع بنا دیا گیا۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ یہ نصابی طرزِ فکر نہ صرف اسلامی اقدار کو پس منظر میں دھکیلتی ہے بلکہ طلبہ میں ایک ایسا ذہنی رجحان پیدا کرتی ہے جو مغربی فکری (Jamal, 2008) تصورات کو عالمگیر اور غیر متنازع سمجھنے لگتا ہے، اور یوں سیکولر فکر کو تقویت ملتی ہے۔

اس طرح پاکستانی جامعات میں سماجی علوم کی تدریس، شعوری یا غیر شعوری طور پر، ایک ایسے تعلیمی ماحول کو فروغ دیتی ہے جہاں مذہب علم کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کرنے کے بجائے ایک محدود اور غیر فیصلہ کن حیثیت اختیار کر لیتا ہے، جو سیکولر تعلیمی تعبیر کی بنیادی علامت ہے۔

ثنوی نظامِ تعلیم کے سماجی و فکری اثرات: 5 .

شناخت کا بحران 5.1 (Identity Crisis)

ثنوی نظامِ تعلیم، یعنی دو متوازی تعلیمی نظام—ایک سیکولر / جدید اور دوسرا مذہبی / روایتی—طلبہ میں خود شناسی اور شناخت میں تضاد پیدا کرتا ہے۔ ہر نظام اپنے مخصوص نظریات اور اقدار کو فروغ دیتا ہے، جس کے نتیجے میں

طلبہ اپنی ذات، معاشرتی کردار اور مقصدِ حیات کے بارے (AkbarS, 1992) میں الجھن اور عدمِ استحکام محسوس کرتے ہیں

جدید یا سیکولر نظام تعلیم

دنیاوی وجدید معلومات، سائنسی منطق، افردیت اور پیشہ ورانہ مہارتوں پر زور دیتا ہے۔

مذہبی یا روایتی نظام تعلیم

دینی شناخت، اخلاقی اقدار اور روحانی اصول کو مرکزی حیثیت دیتا ہے۔

مغربی سیکولر ثقافت اور اسلامی اقدار کے درمیان فکری فاصلہ نوجوانوں میں خود سے دوری اور الجھن کا سبب بنتا ہے، جس سے وہ اپنی ثقافتی شناخت اور روحانی بنیادوں کو مضبوطی سے سمجھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں یہ مسئلہ اس وقت زیادہ شدت اختیار کرتا ہے جب تعلیم کا مقصد صرف ملازمت یا معاشی فوائد تک محدود ہو جائے، جبکہ فکری بصیرت، معنوی تشخص اور اخلاقی سمت پسِ پشت رہ جائے

معاشرتی تقسیم 5.2

ثنوی نظامِ تعلیم معاشرتی تقسیم کو فروغ دیتا ہے۔ پاکستان جیسے ممالک میں یہ تقسیم عام طور پر درج ذیل صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے

سیکولر / جدید تعلیم یافتہ ایلیٹ

جدید تعلیمی نظام سے فارغ التحصیل افراد عام طور پر عالمی معیار کی ملازمتوں، علمی، انتظامی اور سائنسی شعبوں میں کامیاب ہوتے ہیں، جس سے انہیں معاشی اور ادراکی طاقت حاصل ہوتی ہے

مذہبی تعلیم یافتہ طبقہ

مدارس یا دینی نظام سے فارغ التحصیل طلبہ کو سیکولر معیار کے مطابق کم مواقع، کم معاشی مراعات اور سماجی پس منظر کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس سے سماجی عدم مساوات اور تقسیم بڑھتی ہے اس تقسیم کی وجہ سے معاشرتی طبقات کی یکجہتی متاثر ہوتی ہے، کیونکہ دونوں گروہوں کے تعلیم یافتہ افراد مختلف اقدار، ترجیحات اور فکری رویوں کے حامل ہوتے ہیں، جو معاشرے میں اتحاد کے بجائے فکری و سماجی فاصلہ پیدا کرتے ہیں

اسلامی اقدار کا تدریجی اخراج 5.3

ثنوی نظامِ تعلیم کی ایک نمایاں خصوصیت اسلامی اقدار کا پس منظر میں کمزور ہونا ہے۔ جب سیکولر نظامِ تعلیم صرف دنیاوی کامیابی اور مادّی ترقی کو ترجیح دیتا ہے:

دینی شعور اور روحانی تربیت کمزور پڑ جاتی ہے، 1.
معاشرتی اقدار میں اخلاقی اور ثقافتی رجحانات میں تبدیلی آتی ہے،2 .

نوجوان نسل میں سماجی رویوں اور اخلاقی ترجیحات میں فرق پیدا ہوتا ہے یہ رجحان عملی زندگی میں اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ 3. دینی حساسیت، اخلاقی ضوابط اور معنوی سمت اقتصادی لحاظ سے کارآمد تعلیم کے مقابلے میں ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ نتیجتاً معاشرے میں مذہب کی مرکزی حیثیت کمزور پڑتی ہے اور انسانی عمل، ترجیحات اور سماجی رویوں پر سیکولر اقدار غالب آنا شروع ہو جاتی ہیں

اسلامی تناظر میں تعلیمی ثنویت پر تنقیدی جائزہ6 .

اسلام میں علم کا وحدانی تصور 6.1

اسلام میں علم کا تصور کسی بھی طرح کی دوہریت یا تقسیم کا حامل نہیں ہے۔ یہ وحدانی ہے، سید محمد نقیب الاطاس اپنی کتاب میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات میں علم کو ایک مربوط اور متوازن نظام کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جہاں انسانی عقل، روحانیت، اخلاقیات اور سماجی ذمہ داری سب ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں

علمِ دین اور علمِ دنیا کی علیحدگی، جو مغربی تعلیمی نظام کا بنیادی حصہ ہے، اسلام میں مسترد کی گئی ہے۔ اسلامی نظریے کے مطابق دین اور دنیا ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہے

قرآنی و نبوی تصورِ تعلیم 6.2

قرآن مجید میں علم کی اہمیت اور اس کی روحانی اور اخلاقی جہت واضح کی گئی ہے۔ سورۃ العلق (آیات 1–5) میں فرمایا "پڑھ! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو علم سکھایا، اس نے انسان کو وہ چیزیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا۔"

یہ آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ تعلیم صرف معلومات یا عملی مہارت حاصل کرنے کا نام نہیں بلکہ انسانی ذہن، روح اور اخلاق کو تربیت دینے کا ذریعہ ہے۔ تعلیم کا یہ تصور اسلامی تعلیمات میں اخلاقی اور روحانی ترقی کے ساتھ مربوط ہے، یعنی سیکھنا اور جاننا دونوں انسان کو اللہ کے قریب لے جانے والا عمل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی تعلیم کو ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے فرض قرار دیا۔ تعلیم کا مقصد صرف دنیاوی کامیابی نہیں بلکہ انسان کی شخصیت کو اخلاقی، روحانی اور سماجی طور پر مکمل کرنا ہے۔ تعلیم کی یہ جامعیت مغربی دوہریت کے تصور سے مختلف ہے، جو صرف دنیاوی یا سیکولر علم کو اہمیت دیتا ہے اور روحانیت کو الگ رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں

تعلیم کا مقصد فرد کو معرفت، اخلاق، اور ذمہ داری کی راہ دکھانا ہے، تاکہ وہ نہ صرف اپنی ذاتی زندگی میں کامیاب ہو بلکہ معاشرے کی بھلائی کے لیے بھی کارآمد ثابت ہو۔ اس طرح، تعلیم کے اسلامی تصور میں کوئی دوہریت یا علیحدگی نہیں بلکہ علم کی یکجہتی اور اخلاقی رہنمائی پر زور دیا گیا ہے۔

:اصلاحی تجاویز7 .

مربوط نظام تعلیم 7.1

موجودہ تعلیمی نظام میں علوم کو علیحدہ علیحدہ شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں طلبہ کو علم کی جامعیت اور اخلاقی روحانیت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق، علم کا مقصد انسان کی مکمل تربیت ہے، نہ کہ صرف معلومات کا حصول۔ ایک **مربوط نظامِ تعلیم** طلبہ کو دنیاوی اور دینی علوم کے امتزاج کے ذریعے جامع شخصیت فراہم کرتا ہے، جہاں علمی ترقی کے ساتھ اخلاقی اور روحانی تربیت بھی ممکن ہو۔

اس قسم کا نظام تعلیمی ثنویت کو ختم کرتا ہے اور طلبہ کو ہر شعبے میں اخلاقی اور عملی بصیرت کے ساتھ تعلیم فراہم کرتا ہے۔ علم کا اصل مقصد انسانی کردار کی تکمیل اور اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے، جس کے لیے تعلیم کو ایک مربوط اور ہم آہنگ ڈھانچے میں پیش کیا جانا ضروری ہے

اسلامی نظریہ حیات پر مبنی نصاب7.2

اسلامی نصاب طلبہ کو یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ علم کو عملی زندگی میں اور روحانی طور پر کس طرح استعمال کیا جائے۔ اس سے طلبہ نہ صرف علمی مہارت حاصل کرتے ہیں بلکہ معاشرتی اور اخلاقی سطح پر بھی ذمہ دار شہری بنتے ہیں۔ نصاب میں اسلامی اقدار، اخلاقیات اور سماجی ذمہ داری کو شامل کرنا طلبہ کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت کے لیے ضروری ہے۔

جامعات میں اسلامائزیشن آف نالج 7.3 : اسلامائزیشن آف نالج کا مقصد مغربی طرز کے علوم کو محض نقل کرنے کے بجائے ان میں اسلامی اصول اور اقدار کو شامل کرنا ہے۔ یہ عمل طلبہ کو نہ صرف علمی مہارت فراہم کرتا ہے بلکہ ان کے اخلاق اور روحانی شعور کو بھی مضبوط بناتا ہے۔

جامعات میں اسلامائزیشن کے ذریعے تحقیقی میدان میں ایسا علم پیدا کیا جاسکتا ہے جو اسلامی نظریہ حیات کے مطابق ہو اور معاشرتی مسائل کے حل میں عملی کردار ادا کرے۔ اس عمل سے تعلیمی نظام میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اور طلبہ کو علم کے ہر شعبے میں اسلامی بصیرت کے مطابق تربیت دی جاتی ہے۔

7.4 مدارس اور یونیورسٹیوں کے درمیان علمی مکالمہ

مدارس اور یونیورسٹیاں علم کے دو مختلف محور پیش کرتی ہیں

مدارس

دینی علوم میں مہارت فراہم کرتے ہیں،

یونیورسٹیاں

دنیاوی اور سائنسی علوم پر توجہ دیتی ہیں۔ دونوں نظاموں کے درمیان علمی مکالمہ قائم کرنے سے طلبہ کو جامع علم حاصل ہوتا ہے اور دینی و دنیاوی علوم کی علیحدگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس مکالمے کے ذریعے مدرسہ کے طلبہ یونیورسٹی کے سائنسی اور تکنیکی علوم سے واقف ہوں گے یونیورسٹی کے طلبہ دینی علوم کی روحانیت اور اخلاقی بصیرت سے مستفید ہوں گے۔ یہ تعاون علمی تحقیق، نصاب کی اصلاح اور طلبہ کی تربیت کے لیے نہایت اہم ہے، اور اس سے تعلیمی نظام میں ہم آہنگی اور تعلیمی معیار میں بہتری آتی ہے۔

نتیجہ 8 .

ثنویت بطور فکری ذریعۂ سیکولرزم 8.1

موجودہ تعلیمی نظام میں علم کی تقسیم یا ثنویت نے مغربی طرز فکر کو فروغ دیا ہے، جس کے اثرات سیکولر نظریات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ تعلیمی شعبوں میں دینی اور دنیاوی علوم کی علیحدگی طلبہ کے علمی اور روحانی توازن کو متاثر کرتی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق، علم کا مقصد محض معلومات حاصل کرنا نہیں بلکہ انسانی کردار اور اخلاق کی مکمل تربیت بھی ہے۔ جب علم کو دو غیر متعلق شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، تو یہ طلبہ کے اخلاقی اور روحانی ارتقاء پر منفی اثر ڈال سکتا ہے اور سیکولر سوچ کو تقویت دیتا ہے۔ نجیب العطاس کے مطابق، ثنویت ایک فکری ذریعہ ہے جس کے ذریعے مغربی تعلیم نے انسان کو صرف دنیاوی مفادات تک محدود کر) العطاس (1992 ,دیا، جبکہ اسلامی تعلیم انسان کو معرفت، اخلاق اور اللہ کی رضا کے حصول کی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

پاکستانی معاشرے پر اثرات 8.2: پاکستان میں تعلیمی ثنویت اور سیکولر تعلیم کے اثرات معاشرتی اور ثقافتی سطح پر بھی واضح ہیں۔ نوجوان نسل میں اخلاقی اور روحانی تربیت کی کمی، غیر متوازن اخلاقیات، اور ذاتی و سماجی ذمہ داریوں سے غفلت کے رجحانات بڑھ رہے ہیں۔

تعلیمی اداروں میں دینی اور دنیاوی علوم کی علیحدگی نوجوانوں میں نظریاتی انتشار پیدا کرتی ہے، جو نہ صرف انفرادی بلکہ قومی سطح پر بھی سیکولر سوچ کے فروغ میں کردار ادا کرتا ہے۔ یونیورسٹیوں میں تعلیم اکثر تکنیکی مہارت اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں تک محدود رہ جاتی ہے، جبکہ مدارس میں تعلیم کے اثرات دنیاوی ترقی کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہوتے۔ نتیجتاً، پاکستانی معاشرہ اخلاقی، ثقافتی اور روحانی بحران کا شکار ہے، جس کے سدباب کے لیے تعلیمی اصلاحات ناگزیر ہیں۔

8.3 اسلامی تعلیمی اصلاح کی ضرورت

اسلامی تعلیمی اصلاحات کے ذریعے تعلیمی نظام کو ایک مربوط اور جامع ڈھانچے میں ڈھالا جاسکتا ہے، جہاں طلبہ کو دنیاوی اور دینی علوم دونوں میں تربیت دی جائے۔ اصلاحات درج ذیل نکات پر مرکوز ہونی چاہئیں

مربوط نصاب

دنیاوی اور دینی علوم کو یکجا کرنے والا نصاب طلبہ کی اخلاقی، روحانی اور علمی ترقی کو ممکن بنائے۔ 1.

اسلامائزیشن آف نالج

جامعات میں علم کو اسلامی اقدار اور نظریات کے مطابق ڈھالنا تاکہ طلبہ کا فکری توازن برقرار رہے2.

مدارس اور یونیورسٹیوں کا مکالمہ

دونوں تعلیمی نظاموں کے درمیان تعاون سے طلبہ کو جامع علم حاصل ہوگا، اور معاشرتی و اخلاقی مسائل کا حل ممکن ہوگا۔ 3 .

نتیجہ کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ثنویت اور سیکولر فکر کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے پاکستان میں اسلامی تعلیمی اصلاحات کی اشد ضرورت ہے۔ ایک مربوط نظامِ تعلیم طلبہ کی شخصیت کو متوازن، اخلاقی، اور علمی طور پر مکمل بنانے کے ساتھ ساتھ معاشرتی ترقی اور فلاح کی راہ بھی ہموار کرتا ہے۔

حوالہ جات:

العطاس، سید محمد نقیب

اسلام اور سیکولرازم (Islam and Secularism)،

ترجمہ: سید محمد اظہر، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 1992۔

1. طلال اسد، تشکیلِ سیکولر، اسٹینفورڈ یونیورسٹی پریس

https://www.sup.org/books/title/?id=5403

2. الحکمت، یونیورسٹی آف پنجاب

3. ایکسپریس.pk–کارٹیزین فلسفہ

.1Taylor, Charles. A Secular Age. Harvard University Press, 2007.

https://www.hup.harvard.edu/books/9780674986916

.2Malik, Jamal. Islam in South Asia. Brill, 2008.

https://brill.com/display/title/10855

.1Alavi, H. (1972). "The State in Post-Colonial Societies." New Left Review, 74, 59–81.

.1Akbar S. Ahmed, Postmodernism and Islam: Predicament and Promise, Routledge (1992)